© rasailojaraid.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر مذاہب کی طرح قادیانیوں کو بھی وہی مذہبی آزادی حاصل ہے۔ وہ اپنی عبادت گاہوں میں جو چاہئیں وہ کریں۔ لیکن انہیں کھلے عام دعوت دینے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی دعوت گمراہی اور کفر پر مبنی ہے۔ باطل نظریات اور ضلالت کا راستہ ہے۔ اور پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔ جس کا عقیدہ بڑا واضح ہے۔ جو توحید کے ساتھ پیغمبر آخرالزمان پر دوٹوک واضح اور غیر مبہم عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ ایسی حالت میں قادیانیوں کی دعوت اسلام اور پاکستان کے نظریات سے بالکل مختلف ہے۔

یہ بات بھی سچائی پر مبنی ہے کہ عقیدہ اسلام ہی جنت میں جانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ تمام راستے گمراہی پر مبنی ہیں۔ اور اس پر قائم آدمی اگر اسی حالت میں مرگیا۔ تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایسی حالت میں جانتے بوجھتے ہم کیونکر اور کیسے انہیں اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ لوگوں کو جہنم کے راستے پر لگائیں۔ انہیں گمراہ کرکے جنت کے راستے سے ہٹائیں۔ یہ صرف علماء حق ہی کا فریضہ نہیں ہے کہ انہیں اس کام سے روکیں۔ بلکہ حکومت اور تمام قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا راستہ روکیں۔ اور اس غیر اسلامی غیر قانونی اور غیر اخلاقی کام کرنے کی قطعاً اجازت نہ دیں۔

ان گذارشات کی ہمیں اس لیے ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ ہمیں کئی ہفتوں سے مسلسل بذریعہ ڈاک ایک لفافہ موصول ہو رہا ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد ملعون کی خرافات پر مبنی باتیں اور جہالت اور گمراہی پر مبنی دعوت دی جاتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ کسی بھی ادارے میں ایسی ڈاک بھیج سکتے ہیں۔ تو باقی جگہوں پر کیوں نہیں؟ میں امید کرتا ہوں کہ حکومت اور دیگر تمام ادارے اس کا نوٹس لیں گے۔ نیز عوام الناس سے بھی گذارش ہے کہ ایسی صورت میں وہ اپنے آئمہ حضرات اور خطباء عظام سے رہنمائی لیں اور قادیانیوں کے اس دجل وفریب کا شکار نہ ہوں۔

☆☆☆☆

کچھ یادیں کچھ باتیں
مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ اپنے عہد کے ممتاز عالم دین مفکر دانشور، سیاسی مدبر اور روحانی مرشد تھے۔ راقم کو انکی قربت کا دعوی تو نہیں ہے۔ البتہ میاں فضل حق مرحوم کی وساطت سے ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے فیض پانے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔

جامعہ سلفیہ میں دورانِ تعلیم سب سے پہلے مولانا کو قریب سے دیکھنے اور ان کی گفتگو سننے کا موقعہ ملا۔ میرا پہلا تاثر یہ تھا۔ کہ آپ بہت بردبار حلیم الطبع، متحمل مزاج ہیں۔ جہاں دیدہ، معاملہ فہم اور صاحب بصیرت ہیں۔ ٹھہر ٹھہر کر قدم اٹھانا نہایت متانت اور وقار کے ساتھ چلنا ان کا طرہ امتیاز تھا۔ گفتگو میں ٹھہراؤ اور ایک ایک لفظ کو تول کر بولنے کا معمول تھا۔ عمدہ اور پروقار لباس انکی نفاست، طہارت اور پاکیزگی کا منہ بولتا ثبوت ہوتا تھا۔ عبادت میں کامل توجہ، انہماک قابل رشک ہوتا۔ ذکر الٰہی اور تسبیح وتھلیل میں مستغرق پرسکون چہرہ قابل دید ہوتا تھا۔

مجلس میں ہوتے تو بہت کم بولتے۔ اور دوسروں کی گفتگو سے محفوظ ہوتے۔ اور تبسم فرماتے۔ مگر ضرورت پر لب کشائی کرتے۔ اور زیر بحث مسئلے کو انتہائی اچھے اسلوب۔ کے ساتھ سمجھا دیتے۔ اپنی گفتگو کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے۔ اور بوقت ضرورت منطقی دلائل بھی دیتے۔

آپ کی زندگی کا اہم اصول یہ تھا۔ کہ بے جا کسی کو امید نہ دلاتے۔ اور نہ ہی آسمان سے تارے توڑ کر لانے کا وعدہ کرتے۔ بلکہ اتنی ہی امید دلاتے تھے۔ جتنی ممکن ہو۔ اور جس کو وہ خود پورا کر سکیں۔ مولانا بہت ذوفہم، پرعزم ور قوت فیصلہ رکھنے والی شخصیت تھے۔ بڑے تحمل کے ساتھ بات سنتے اور ہمیشہ حق اور سچ کا ساتھ دیتے۔

جامعہ سلفیہ کی تقریبات، کانفرنسوں میں اکثر وپیشتر تشریف لاتے۔ گفتگو فرماتے۔ اور بڑے وثوق سے اس بات کا اظہار کرتے کہ یہ ادارہ کتاب وسنت کا مرکز ہے۔ جس کا نظام ونصاب مثالی ہونا چاہیے۔ اس کے لیے قابل عمل تجاویز دیا کرتے۔ آپ وفاق المدارس السلفیہ پاکستان کی مجلس تاسیسی میں شامل تھے۔ روز اول سے وفاق کے سرپرست رہے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ تمام اجلاسوں میں شریک رہے۔ اور الشہادۃ العالمیہ کو ایم۔ اے عربی واسلامیات تسلیم کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

جنرل ضیاء الحق نے تمام مسالک کے لیے اسلام آباد میں پلاٹ دیئے۔ تاکہ وہ مثالی تعلیمی ادارے تعمیر کر سکیں۔ اس ضمن میں میاں فضل اور مولانا معین الدین لکھوی مرحومین نے باہمی مشاورت سے 8-11 سیکٹر میں پلاٹ حاصل کیا۔ اور یہ ارادہ تھا۔ کہ یہاں مثالی تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے گا۔ اور جہاں اعلیٰ تعلیم کے لیے کلاسیں مخصوص ہیں۔ مزید انہیں بی۔ اے اور ایم۔ اے کرنے کی سہولت فراہم کی جائیں گی۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضمن میں انہیں چودھری محمد یعقوب مرحوم کی معاونت بھی حاصل رہی۔ اور اس کا نام بھی جامعہ سلفیہ تجویز ہوا۔ ایک موقعہ پر بعض افسروں کی ملی بھگت سے اس پلاٹ کی رجسٹری کینسل کر دی گئی۔ لیکن مولانا معین الدین لکھوی اور میاں فضل حق کی کوششوں سے دوبارہ یہ پلاٹ بحال ہوا۔ حالانکہ اس وقت جنرل ضیاء الحق کا نسابلانکا اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لیے مراکش جارہے تھے۔ مگر مولانا لکھوی صاحب نے اپنے اثر رسوخ سے یہ کام کروا دیا۔ مگر افسوس وہ عظیم الشان مقاصد پورے نہ ہوئے جن مقاصد کے لیے زمین حاصل کی گئی۔

مولانا معین الدین لکھوی بہت ذہین اور معاملہ فہم تھے۔ میاں فضل حق کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ اور اکثر و پیشتر میاں صاحب کی رہائش پر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ایک موقعہ پر میاں فضل حق کے ہاں کسی ضروری کام سے گیا۔ میرے ہمراہ قاری محمد رمضان صاحب بھی تھے۔ میاں صاحب کسی وجہ سے اپنے صاحبزادے میاں نعیم الرحمٰن سے ناراض ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ میں اب یہاں نہیں رہوں گا۔ ڈرائیور سے کہنے لگے۔ کہ گاڑی نکالو۔ ہم خوشاب جارہے ہیں۔ چونکہ وہ سخت ناراض تھے۔ لہذا ہم تو نہ روک سکے۔ البتہ مولانا لکھوی صاحب (جو پہلے وہاں موجود تھے) نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ کافی بگڑ گیا ہے۔ فوراً باہر آئے۔ اور میاں نعیم الرحمٰن کو بلایا اور میاں فضل صاحب کے سامنے انہیں ڈانٹنے لگے۔ اور کہا کہ تمہیں خیال کرنا چاہیے۔ آپ کے والد کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں۔ سارا جہاں ان کا احترام کرتا ہے۔ مگر تمہیں کوئی احساس نہیں۔ چلو آگے بڑھو اور معافی مانگو۔ اور آئندہ کبھی شکایت کا موقعہ نہ دینا۔ اس طرح میاں فضل حق کا غصہ جاتا رہا۔ اور خوشاب جانے کا پروگرام ختم ہوا۔

جامعہ سلفیہ کی تعمیر نو اور نئی عمارت کی سنگ بنیاد پر ایک عظیم الشان تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں تمام ممتا علماء مشائخ اور زعماء وقائدین جماعت کو دعوت دی گئی تھی۔ جس میں مولانا لکھوی مرحوم پیش پیش تھے۔ اس موقعہ پر انہوں نے خطاب کیا۔ اور اپنے تاثرات رجسٹر پر قلمبند کیے۔ سنگ بنیاد کے موقعہ پر خصوصی دعا کی۔ یہ ایک مثالی اور یادگار تقریب تھی۔

مولانا معین الدین لکھوی کا جامعہ محمدیہ کے ساتھ گہری محبت تھی۔ اکثر جامعہ سلفیہ میں آتے اور طلبہ یا اجتماع میں گفتگو کرتے ہوئے جامعہ محمدیہ کی تاریخ بیان کرتے۔ اور فرماتے۔ کہ یہ قدیم ترین ادارہ ہے۔ جس کی خدمات بے مثال ہیں۔ اور اس موقعہ پر شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی صاحب اور قاری محمد رمضان،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب کا نام لیتے اور کہتے کہ یہ جامعہ محمدیہ کے فضلا ہیں۔ جو جامعہ کے اہم عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامعہ محمدیہ کے لیے مولانا کی خدمات قبول فرمائے۔ اور صدقہ جاریہ بنائے۔

جامعہ سلفیہ میں 1986 میں ایک عدیم المثال نفاذ شریعت کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس کی صدارت مولانا معین الدین لکھوی نے فرمائی تھی۔ اور مہمان خصوصی عالم اسلام کے ممتاز دانشور امام کعبہ صاحب المعالی ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید تھے۔ (موصوف آجکل سپریم جوڈیشنل کونسل سعودی عرب کے چیئرمین ہیں) انہوں نے ہی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جب کہ رات کے اجلاس میں مولانا مرحوم نے تاریخی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ اور شریعت کی خیر و برکات پر روشنی ڈالی۔ اور کہا کہ پاکستان کی بقا اور سالمیت شریعت کے نفاذ سے وابستہ ہے۔ ورنہ دن بدن مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ کانفرنس جامعہ سلفیہ کی تاریخ کا حسین اور یادگار باب ہے۔

مولانا معین الدین لکھوی کی شخصیت بہت مسحور کن تھی۔ کوئی انہیں نہ بھی جانتا ہو مگر یہ اندازہ لگانا ذرا مشکل نہ تھا۔ کہ یہ کسی بڑے معتبر اور علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ نیک اور صالح ہیں۔ رہبر و رہنما ہیں۔ عالم باعمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو وقار اور عزت بخشی تھی اور لوگوں کے دلوں میں جس طرح ان کی محبوبیت تھی۔ اس سے بخوبی پتہ چلتا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں ہیں۔

آپ کا روحانی فیض عام تھا۔ دور دراز سے لوگ آپ کے پاس روحانی علاج کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے۔ اور پورے خلوص اور توجہ سے بات سنتے۔ اور علاج تجویز کرتے۔ اس ضمن میں بڑی فراخی اور دریا دلی کا ثبوت دیتے تھے۔ اور ذرا بھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے۔

مولانا اپنی علالت کے باوجود ملکی اور جماعتی سرگرمیوں اور خبروں سے باخبر رہتے۔ اور اپنی معتبر رائے کا اظہار فرماتے۔ کئی مرتبہ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ پوری محبت سے پیش آتے۔ جامعہ سلفیہ کی تعلیمی کارکردگی کے بارے سوال کرتے۔ اساتذہ اور انتظامیہ کے بارے استفسار کرتے۔ اور دعائیں دیتے۔ ہر مرتبہ نصیحت کے لیے درخواست کرتا۔ تو فرماتے کہ تین چیزیں پلے باندھو۔ اور ہمیشہ اس پر قائم رہو۔

(1) جسمانی پاکیزگی اور طہارت کا خیال کرو۔

(2) ہمیشہ سچ بولو۔ نقصان کی پرواہ نہ کرو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(3) اپنا کام پوری دیانت داری کے ساتھ سرانجام دو۔ ذمہ داری کو نبھاؤ۔

مولانا مرحوم بہت خیر خواہ اور مشفق تھے۔ سب کام اخلاص نیت کے ساتھ کرتے۔ محبت اور ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتی۔ آپ بہت نرم دل بھی تھے۔ خصوصاً بیماری کے ایام میں جب بھی عیادت کے لیے گئے۔ تو آبدیدہ ہو جاتے۔ اور استغفار پڑھتے۔ اور دعا کی درخواست کرتے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ ان کے حسنات قبول فرماتے۔ اور بشری لغزشوں کو معاف فرمائے۔ تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

خلوص اور محبت کے پیکر

مولانا حافظ محمد اسماعیل اسد رحمۃ اللہ علیہ حافظ آبادی

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جس سے کسی کو مفر نہیں۔ عالم ہو کہ غیر عالم، امیر ہو یا غریب، حاکم ہو کہ رعایا۔ سب موت کا مزہ چکھیں گے۔ اس مسلمہ اصول کو جانتے ہوئے بھی بسا اوقات کسی چاہنے والے کی موت کو دل تسلیم نہیں کرتا۔ اور بار بار یہ خیال دل میں آتا ہے۔ کہ شاید خبر درست نہ ہو۔ اور ابھی کسی طرف سے اس کی تردید آ جائے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فیصلے برحق ہیں۔ ''اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون'' تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔

حافظ محمد اسمٰعیل اسد رحمہ اللہ کا شمار بھی ان معدودے چند افراد میں ہوتا ہے۔ جو خلوص اور محبت کے پیکر تھے۔ ہر اجنبی کو بھی بڑے پرتپاک انداز سے ملتے۔ جیسے مدتوں جانتے ہوں۔ اور پھر ہر ملاقات پہلے سے زیادہ محبت اور قربت کا باعث بن جاتی۔

حافظ صاحب مرحوم سے تعارف کا ذریعہ علامہ ابراہیم طارق صاحب بنے۔ جن کی محبت اور شفقت دور طالب علمی سے حاصل ہے۔ جب بھی فیصل آباد تشریف لاتے۔ جامعہ سلفیہ میں ضرور قدم رنجہ فرماتے۔ حضرت حافظ صاحب اکثر ان کے ہمراہ ہوتے۔ بڑی خندہ پیشانی سے ملتے۔ پرخلوص دعائیں دیتے۔ اگر کبھی آنے میں زیادہ وقفہ ہوتا۔ تو ٹیلی فون پر ضرور حال احوال پوچھتے۔

حافظ اسمٰعیل اسد بہت اچھے خطیب تھے۔ سنجیدہ صاف ستھری اور دلائل سے بھرپور گفتگو فرماتے۔ اپنے خطاب میں کسی کا تمسخر نہ اڑاتے۔ بلکہ خیر خواہی اور تفہیم کا اسلوب اختیار کرتے۔

© rasailojaraid.com